35

تحریکِ جدید کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کے زبردست کام کی بنیاد رکھی گئی ہے

(فرمودہ 26 نومبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج تحریکِ جدید کے نئے سال کے اعلان کا دن ہے۔ تحریکِ جدید کے پہلے سال کا اعلان 1934ء میں ہوا تھا اور اب 1954ء میں اِس پر بیس سال گزر چکے ہیں اور آج اکیسویں سال کا اعلان ہو رہا ہے۔ اکیسواں سال انسانی زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ فقہاء نے بھی اِس سال کو خاص اہمیت دی ہے اور بہت سے دنیوی قانون بنانے والوں نے بھی اسے خاص اہمیت والا قرار دیا ہے۔ انہوں نے اسے بلوغت کی عمر قرار دیا ہے۔ گویا تحریکِ جدید اب بلوغت کو پہنچنے والی ہے۔ اور جہاں تک اِس کے کام کا سوال ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے فضل سے واقع میں اِس کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کی زبردست بنیاد رکھی گئی ہے۔ جب یہ تحریک شروع ہوئی اُس وقت ہمارے مبلغین کی تعداد نہایت محدود تھی۔ چند مبلغ افریقہ میں تھے، ایک مبلغ امریکہ میں تھا اور شاید تین مبلغ انڈونیشیا میں تھے باقی ممالک مبلغین

سے خالی تھے۔ لیکن اب مرکز کی طرف سے بھیجے گئے مبلغین اور بیرونی ممالک کے لوکل مبلغین کو ملایا جائے تو غالباً ان کی تعداد سَو سے بھی بڑھ جائے گی۔ ملکوں اور شہروں کے لحاظ سے یہ ترقی اَور بھی حیرت انگیز اور وسیع ہے۔ تحریکِ جدید سے پہلے یورپ میں صرف ایک مشن تھا لیکن اب پانچ مشن قائم ہیں۔ ایک مشن سپین میں ہے، ایک مشن سوئٹزرلینڈ میں ہے، ایک مشن جرمنی میں ہے، ایک مشن ہالینڈ میں ہے اور ایک مشن انگلینڈ میں ہے۔ اور اب ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سویڈن میں بھی ایک مشن قائم کر دیا جائے گا۔ ہمارے ایک ڈچ نوجوان جو کچھ عرصہ ہوا احمدی ہوئے تھے اِس وقت سویڈن میں ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے پیش کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں کچھ عرصہ تک مرکز میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کروں گا اور اس کے بعد سویڈن میں احمدیت اور اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آہستہ آہستہ یورپ کے بعض اَور ممالک میں بھی مشن قائم ہو جائیں گے۔ فرانس بھی نہایت اہم ملک ہے لیکن ابھی وہ خالی پڑا ہے وہاں کوئی مبلغ نہیں۔ اٹلی بھی نہایت اہم ملک ہے لیکن ابھی وہ بھی خالی پڑا ہے وہاں بھی ہمارا کوئی مبلغ نہیں۔ یہ دونوں ممالک مغربی یورپ کے نہایت اہم ممالک ہیں اور ان دونوں کے بغیر مغربی یورپ کی تبلیغ کو مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ سویڈن میں نیا مشن قائم ہو جانے کے بعد ہم سمجھیں گے کہ سکنڈے نیوین ممالک ڈنمارک، سویڈن اور ناروے میں ایک حد تک تبلیغ کا کام کیا جا سکے گا۔ ان ممالک کے رہنے والے نیم جرمنی نسل سے ہیں۔ یہ بہت حد تک جرمن تہذیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یورپ کے بعض ممالک کے باشندے اٹالین نسل سے ہیں۔ مثلاً اٹلی ہے، سپین ہے، فرانس ہے بعض ممالک کے باشندے جرمنی کی ابتدائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً سویڈن ہے، ڈنمارک ہے، ناروے ہے، ہالینڈ ہے، **بیلجیئم** ہے (**بیلجیئم** کا آدھا حصہ جرمنی کے زیرِاثر ہے اور آدھا حصہ فرانس کے زیرِاثر ہے)۔ مشرق میں جا کر سلاو(SLAV)1 نسلوں کا زور ہے۔ ان میں مغل بھی ہیں۔ مثلاً ہنگری ہے، پولینڈ ہے، فن لینڈ ہے اِن ممالک میں مغل قوم کا کچھ حصہ بس گیا ہے۔ پھر یوگوسلاویہ، بلغاریہ، رومانیہ اور روس سب سلاو(SLAV) نسل سے ہیں۔ یونان بھی درحقیقت اٹلی کے اثر کے نیچے ہے۔

سینکڑوں سال تک اٹالین خاندان یونان پر حکمران رہے۔ قیصر جس کی اسلام سے جنگ ہوئی اٹالین نسل سے ہی تھا۔ اس سے پہلے یونانی تہذیب الگ تھی لیکن بعد میں اٹلی کے اثر کے نیچے آ گئی۔ غرض یورپ کی تین بڑی بڑی نسلوں میں سے دونسلوں کی طرف ابھی ہم نے توجہ کی ہے۔ اگر چہ ان میں سے بھی ایک نسل کی طرف ہماری توجہ نامکمل سی ہے اور وہ اٹالین نسل ہے۔ اٹلی بھی خالی پڑا ہے، فرانس بھی خالی پڑا ہے صرف سپین میں ہمارا ایک مبلغ ہے۔ جرمن نسل سے جو ممالک ہیں ان میں سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ اور انگلینڈ بھی شامل ہیں۔ انگلینڈ کی نسل بھی زیادہ تر ناروے سے آئی ہے جو جرمن نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر خدائی تصرف کے ماتحت انگلستان کا موجودہ حکمران خاندان بھی جرمن نسل سے ہے۔ بیلجیئم کا نصف حصہ جرمنی کے زیرِ اثر ہے اور نصف حصہ فرانسیسی نسل کے زیرِ اثر ہے۔

بہرحال جب تحریکِ جدید شروع ہوئی تو یورپ میں ہمارا صرف ایک مشن تھا جو انگلستان میں تھا لیکن تحریکِ جدید کے ذریعہ اب سپین، ہالینڈ، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں بھی مشن قائم ہو گئے ہیں۔ ہالینڈ میں مسجد بھی تعمیر ہو رہی ہے۔ بعد میں جرمنی میں بھی مسجد تعمیر کی جائے گی۔ جرمنی میں جو نسل آباد ہے وہی نسل سوئٹزرلینڈ کے ایک حصہ میں بھی آباد ہے اور زیادہ تر احمدی اس حصہ میں ہو رہے ہیں۔ سو اگر تحریکِ جدید کے کام کو دیکھا جائے تو تبلیغ کا کام اب پہلے سے پانچ گُنا بڑھ گیا ہے۔ اگر ہم تین مشن اَور کھولیں تو کم از کم دو تہذیبوں کے ممالک میں ہمارے مشن قائم ہو جائیں گے۔ سلاو (SLAV) نسل روسی اثر کے نیچے ہے اور فی الحال وہاں مشن قائم کرنا مشکل کام ہے۔

امریکہ میں ہمارا مشن تحریکِ جدید کے شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن تبلیغی کام اَور وسیع ہو گیا ہے۔ پہلے صرف ایک جگہ پر مشن قائم تھا اور وہ بھی نہایت محدود حالت میں تھا۔ جماعت تو کسی زمانہ میں موجودہ جماعت سے بھی کئی گُنا زیادہ تھی لیکن وہ زیادہ منظّم نہیں تھی۔ چندہ نہیں دیتی تھی اور اپنا بوجھ خود اُٹھانے کے قابل نہیں تھی۔ اب چار جگہوں پر ہمارے مشن ہیں اور ان میں پاکستانی مبلغ کام کر رہے ہیں۔ پھر کئی جگہوں پر بعض مقامی لوگ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ خوب جوشیلے ہیں جن کے اخلاص اور جوش کو

دیکھ کر طبیعت خوشی اور فرحت محسوس کرتی ہے۔ اِس وقت تک زیادہ تر لوگ نیگروز یعنی حبشی اقوام سے احمدی ہوئے ہیں لیکن خدا کے نزدیک نیگروز اور وائٹ مَین میں کوئی فرق نہیں۔ جب اس نے نیگروز بھی پیدا کیے ہیں تو گویا وہ نیگروز کو بھی چاہتا ہے اور وائٹ مَین کو بھی چاہتا ہے۔ وہ کسی خاص رنگ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر رنگ کے انسان پائے جائیں۔نیگروز بھی ہوں، سفید رنگ کے بھی ہوں اور درمیانہ رنگ کے بھی ہوں۔اب سفید اقوام سے بھی بعض لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں لیکن بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی رَو چلائی جا رہی ہے کہ کوئی تعجب نہیں کہ کچھ عرصہ تک ان اقوام میں بھی احمدیت پھیل جائے۔ اب امریکن احمدیوں میں تنظیم پہلے سے زیادہ ہے۔ وہ چندہ بھی دیتے ہیں، ان کی اپنی اپنی انجمنیں ہیں اور وہ تبلیغ کے سیکرٹری بھی ہیں۔غرض وہ آہستہ آہستہ اپنا کام سنبھالتے جا رہے ہیں۔ وہاں لوکل اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً کرایہ بہت زیادہ ہے۔ یہاں اگر ایک اچھا مکان چالیس روپے ماہوار کرایہ پر مل جاتا ہے تو وہاں معمولی معمولی مکانات کا کرایہ پانچ پانچ، چھ چھ سَو روپیہ ہے اور یہ سب اخراجات وہ خود اُٹھاتے ہیں اور یہ اُن کی بڑی بھاری قربانی ہوتی ہے۔

انڈونیشیا میں بھی ہماری تبلیغ تحریکِ جدید کے شروع ہونے سے پہلے جاری تھی لیکن اُس وقت وہاں صرف دوتین مبلغ تھے۔ اب ایک درجن کے قریب مرکزی مبلغ وہاں کام کر رہے ہیں۔اِسی طرح پہلے وہاں جماعتی چندوں کا حساب نہیں رکھا جاتا تھا۔لوگ چندہ دیتے تھے لیکن نظام کے ماتحت نہیں دیتے تھے۔ اب تحریکِ جدید کے ذریعہ جماعت، نظام کے ماتحت آ گئی ہے اور اِس وقت اُن کے چندے تحریکِ جدید اور عام چندوں کو ملا کر تین لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب بن جاتے ہیں۔ گو اُن کا روپیہ پاکستان کے روپیہ کی نسبت بہت کم قیمت کا ہوتا ہے۔ پھر وہاں باقاعدہ سالانہ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ اب اُن کی توجہ سکول کھولنے کی طرف بھی پھری ہے۔ اب یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہاں ایک تبلیغی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں مبلغین تیار کیے جائیں۔ ان میں سے جو مبلغین اچھے ہوں آئندہ صرف وہی یہاں آیا کریں۔ دوسرے نہ آیا کریں۔ خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت بیدار ہے اور پچھلی جنگ میں اس نے

تحریکِ آزادی کے سلسلہ میں بہت عمدہ کام کیا ہے۔ ہمارے پاکستانی مبلغین نے بھی مقامی لوگوں کے ساتھ اِس حد تک اتحاد رکھا کہ ان میں سے بعض کو کئی کئی ماہ تک قید رکھا گیا اور بعض مارے گئے۔ اس لیے انڈونیشین لوگ پاکستانیوں کی طرح احمدیوں سے زیادہ تعصب نہیں رکھتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تحریکِ آزادی کے سلسلہ میں جو کام دوسروں نے کیا وہی کام انہوں نے بھی کیا ہے۔

افریقہ میں بھی تحریکِ جدید شروع ہونے سے پہلے ہمارا مشن قائم تھا لیکن اب وہاں مبلغین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اِس وقت وہاں ایک کالج بھی جاری کیا جا چکا ہے اور جماعت کی طرف سے مسلمانوں کا پہلا اور واحد اخبار ''ٹروتھ''(TRUTH) نکالا جا رہا ہے۔اب گولڈ کوسٹ سے بھی ایک اخبار جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ دو گریجوایٹ نوجوان جرنلزم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے اپنے علاقہ میں اس کام کو سنبھال لیں گے تا اس کے ذریعہ وہاں کے مسلمانوں کے اندر بھی بیداری پیدا کی جائے۔

عجیب بات ہے کہ جہاں پاکستان میں ایک احمدی اس علاقہ سے بھی جہاں چالیس فیصدی احمدی ووٹ ہیں جیت نہیں سکتا کیونکہ دوسرے امیدوار اس کے مقابل پر اکٹھے ہو کر ایک کے ساتھ ہو جاتے تھے وہاں مغربی افریقہ میں جہاں پاکستان کی نسبت احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے بعض احمدی مقامی لیجسلیٹو (LEGISLATIVE) اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ دو احمدی گولڈ کوسٹ کی کونسل میں منتخب ہو گئے ہیں اور ایک احمدی نائیجیریا میں منتخب ہوا ہے۔گویا جہاں پاکستان میں ایک احمدی بھی اسمبلی میں نہیں جا سکتا وہاں مغربی افریقہ میں ایک ملک میں ایک اور دوسرے ملک میں دو احمدی دوست اسمبلی میں چلے گئے ہیں۔ پھر یہاں یہ بات ہے کہ کوئی احمدی پہلے سے اتفاقی طور پر مسلم لیگ میں داخل ہو گیا ہو تو خیر ورنہ پوری کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ میں داخل نہ ہو۔لیکن وہاں مرکزی کمیٹی میں بھی احمدی شامل ہیں۔ اور جب گورنمنٹ کے پاس کوئی وفد بھیجا جاتا ہے تو وہ اکثر کسی نہ کسی احمدی کو اپنا سپوکس مین (Spokesman) مقرر کرتے ہیں۔ اب گورنمنٹ نے تعلیمی لحاظ سے بعض علاقے مختلف انجمنوں کے سپرد کیے ہیں کہ اگر تم کام کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ ایک

علاقہ احمدیوں کے سپرد بھی کیا گیا ہے اور وہاں چھ سکول کھولنے کے سلسلے میں حکومت نے امداد دی ہے اور یہ کہا ہے کہ آئندہ بھی تعلیم کے سلسلہ میں مدد دی جایا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ چاہے اور وہاں جماعتی نظام مکمل ہو جائے تو کچھ عرصہ کے بعد اس میں اَور بھی ترقی ہو جائے گی کیونکہ وہاں کے مبلغین نے عقل سے کام لیا ہے اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملک کے فائدہ کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ احمدی انگریزوں کے خوشامدی ہیں۔ اب مغربی افریقہ کے تینوں ممالک میں جہاں ہمارے مشن قائم ہیں انگریزوں کی ہی حکومت ہے لیکن وہاں قومی تحریک میں احمدی پیش پیش ہیں بلکہ ایک ملک میں تو قومی تحریک کی مرکزی کمیٹی میں ہمارے مبلغ کو سیکرٹری بنا دیا گیا ہے اور ایک اجلاس میں اُسے صدر مقرر کیا گیا ہے حالانکہ وہ پنجابی ہے افریقہ کا رہنے والا نہیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اگر اُسے اُن ممالک میں ہمیں ایجنٹ بنانے کی ضرورت نہیں تو اُسے ہمیں یہاں ایجنٹ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہاں احمدی قومی تحریکوں میں شامل ہوئے ہیں اور انہوں نے ملک کی خاطر بہت کام کیا ہے اور ملکی تحریکوں میں لیڈر بھی بنے ہیں اور مقامی لوگوں سے انہوں نے ہر قسم کی ہمدردی کی ہے۔ ابھی حال ہی میں عراق کے ایک اخبار کے ایڈیٹر نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ کسی غیرملکی سفارت خانے کی طرف سے اسے کہا گیا کہ وہ احمدیوں کے خلاف مضامین لکھے اور یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب فلسطین کے بارہ میں امام جماعت احمدیہ کی طرف سے دو مضامین شائع ہوئے تھے۔ اُس وقت میں نے کہا کہ میں یہ غداری نہیں کرسکتا۔ اِس پر مجھے کہا گیا کہ تمہیں پیسے نہیں ملیں گے۔ میں نے کہا تم اپنے پیسے اپنے گھر رکھو میں اس کام سے بیزار ہوں۔ اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہم انگریزوں کے ایجنٹ نہیں بلکہ وہ ہمیں پوری طرح کچلنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ دو مثالیں نہایت واضح ہیں کہ مغربی افریقہ کے تین ممالک میں جہاں انگریزوں کی حکومت ہے احمدی تحریکِ آزادی میں پیش پیش ہیں بلکہ ان میں ہمارے مبلغ بھی حصہ لے رہے ہیں اور وہ نہایت ذمہ داری کے عُہدوں پر مقرر ہیں۔ اب بھی انگریزوں نے ایک علاقہ کے بادشاہ کو

تحریکِ آزادی کی وجہ سے باہر نکال دیا تو اُسے بحال کرانے کے لیے جو وفد حکومت سے ملنے کے لیے گیا اُس میں بھی ایک احمدی کو شامل کیا گیا۔ غرض یہ سب واقعات بتا رہے ہیں کہ مخالفین کی طرف سے جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہیں بالکل غلط ہے۔ جہاں بھی ہمارے مبلغ گئے ہیں وہاں انہوں نے مقامی لوگوں کی خدمات کی ہیں اور وہ ان سے متأثر ہیں۔ مغربی افریقہ کے تین ممالک میں جن میں ہمارے مشن قائم ہیں۔ ان کی ترقی اور بہبودی کے لیے احمدیوں نے بڑی کوشش کی ہے۔ پچھلے دنوں گولڈ کوسٹ کے وزیراعظم نے جو احمدیہ مسجد کے افتتاح کے سلسلہ میں گیا اور پھر اس نے ہمارے کالج کا معائنہ بھی کیا اور کہا مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ احمدی ہمارے ملک کی ترقی اور بہبودی کے لیے اس قدر کوشاں ہیں۔ مجھے پہلے شبہ تھا کہ شاید ان کے کام کے متعلق مبالغہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھوں سے ان کا کام دیکھ کر مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہمارے ملک کی ترقی کے لیے شاندار کام کیا ہے۔

ان ممالک میں زبان اور تمدن اَور ہونے کی وجہ سے مبلغین کو بہت سی مشکلات پیش آرہی ہیں۔ مسلمان بہت کمزور ہیں۔ پھر عیسائیوں کو حکومت مدد دے رہی ہے۔ اس قسم کے حالات میں مسلمانوں کو آگے لے جانا بڑا مشکل ہے۔ مشرقی افریقہ میں بھی نئے مشن قائم ہوئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں کہ تحریکِ جدید کے شروع ہونے کے بعد وہاں مبلغ بھیجا گیا تھا یا اس کے شروع ہونے سے پہلے وہاں مشن قائم کیا جا چکا تھا۔ بہرحال اگر تھا بھی تو پہلے صرف ایک مبلغ وہاں کام کر رہا تھا اور اب نو دس مبلغ کام کر رہے ہیں اور مقامی لوگوں میں بھی احمدیت پھیل رہی ہے۔ مدارس کھولنے کی بھی تحریک ہو رہی ہے۔ جماعت کے کام کو دوسرے لوگ اچھی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

مشرقی افریقہ کے پاس ایک جزیرہ زنجبار ہے جس میں خوارج کی حکومت ہے لیکن زیادہ تر عرب آباد ہیں۔ کچھ متعصب مولوی بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔ وہاں ریڈیو پر تقاریر کا ایک سلسلہ شرو کیا گیا جن میں احمدیت کی مخالفت کی جاتی تھی۔ اِس پر ہمارے دوست، حکومت کے ذمہ دار لوگوں کے پاس گئے۔ انہوں نے اُن کے سامنے قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ پیش کیا اور بتایا کہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ یہ مولوی جو ہمارے خلاف شور مچا رہے ہیں

بتائیں کہ انہوں نے گزشتہ پانچ سو سال میں اسلام کی کیا خدمت کی ہے؟ اس پر حکومت کے ان ذمہ دار لوگوں نے جماعت کی مساعی کی تعریف کی اور کہا ہم ریڈیو والوں کو ہدایت کریں گے کہ وہ اِس قسم کی تقاریر نشر نہ کریں۔ اچھا کام کرنے والوں کے خلاف کچھ کہنا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ پھر افسروں نے پرائیویٹ طور پر اور ریڈیو پر بھی معذرت کا اظہار کیا۔

پھر سیلون، برما اور ملایا میں بھی خداتعالیٰ کے فضل سے نئے مشن کھولے گئے ہیں۔ اب کوشش کی جا رہی ہے کہ فلپائن کے دارالحکومت منیلا میں بھی مشن قائم کیا جائے۔ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت نے حکومت کو لکھا ہے کہ انہیں مبلغ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ احمدیوں کو اپنا مبلغ بھیجنے کی اجازت دے۔ پھر جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ میں بھی بتایا تھا کہ آسٹریلیا اور کینیڈا میں بھی نئے رستے کُھلے ہیں اور سوائے اُن ممالک کے جو آئرن کرٹین (IRON-CURTAIN) کہلاتے ہیں باقی ممالک میں تبلیغ کے نئے رستے کُھل رہے ہیں۔ جاپان والے بھی کہہ رہے ہیں کہ تم اپنا مبلغ بھیجو بلکہ وہ اِس بات کے لیے بھی تیار ہیں کہ اُن کا ایک پروفیسر یہاں تعلیم حاصل کرے اور اس کا خرچ ہم دیں اور ہمارا ایک آدمی جاپان میں تعلیم حاصل کرے اور اُس کا خرچ وہ دیں تا کہ ایکسچینج کے حصول کی کوئی تکلیف نہ ہو۔

غرض تحریکِ جدید کے کام کو دیکھا جائے تو خداتعالیٰ کے فضل سے کام بہت وسیع ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پہلے سے پندرہ بیس گُنا کام بڑھ گیا ہے۔ اور شُہرت کو دیکھا جائے تو موجودہ شُہرت پہلے سے سَو گُنا سے بھی زیادہ ہے۔ پہلے لوگ احمدیت سے واقف نہیں تھے لیکن اب لوگ احمدیت سے واقف ہو چکے ہیں اور اُن کی طرف سے جو لٹریچر شائع کیا جاتا ہے اُس میں احمدیت کا ذکر ہوتا ہے۔

میں افسوس سے کہتا ہوں کہ ایک کام میں ہم ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے مبلغین کی سُستی کی وجہ سے ہے۔ لاہور والوں کا اِس وقت کوئی مشن نہیں۔ انگلینڈ کا مشن آزاد ہے، جرمنی میں ایک مشن تھا لیکن وہاں کے مشنری نے استعفیٰ دے دیا ہے، امریکہ میں ایک مشن قائم ہوا ہے لیکن مجھے پتا نہیں کہ آزاد ہے یا نہیں۔

مشن ہمارے ہیں لیکن ہر کتاب کا مصنف جو ان مشنوں کا ذکر کرتا ہے سمجھتا ہے کہ احمدیوں سے مراد لاہوری جماعت کے لوگ ہیں۔ ابھی تک ہم اس کا ازالہ نہیں کر سکے۔ ہمارے مبلغ بعد میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک انگریز اورینٹلِسٹ نے ہمارے سارے مشن لاہور والوں کی طرف منسوب کر دیئے۔ ہمارے مبلغ نے اُسے توجہ دلائی تو اُس نے کہا مجھے علم نہیں تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انہیں غلط طور پر ایک اَور جماعت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔اگلے ایڈیشن میں مَیں اِس کی اصلاح کر دوں گا۔لیکن تھپڑ لگ گیا تو بعد میں کلّہ مَلنے کا کیا فائدہ۔کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ تھپڑ لگے ہی نہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے اندر میل ملاقات کا شوق پایا جاتا ہے۔ ہمارے مبلغین میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔اب میں نے انہیں جبراً اِس طرف لگایا ہے۔ وہ صرف مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ اِن کی مثال ایک مکھی کی سی تھی جو اپنے چھتے پر بیٹھی رہتی ہے۔خواجہ صاحب میں میل ملاقات کرنے، سوشل تعلقات قائم کرنے اور دوسرے لوگوں کی خاطر مدارات کرنے کا شوق تھا اور موجودہ شُہرت اُن کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔ انگلستان اب بھی مستشرقین کا سردار ہے۔ دنیا کے دوسرے مستشرق بھی انگلستان کے ذریعہ ہی ترقی کرتے ہیں۔ جرمن کے مشہور مستشرق نولڈکے کا نام بھی انگلستان کے ذریعہ ہی مشہور ہوا۔ اِسی طرح فرانس کے مستشرقین ہیں انہیں بھی جو ترقی نصیب ہوئی انگریزی زبان کے ذریعہ ہوئی۔ اور اِس کی یہ وجہ ہے کہ سلطنت برطانیہ دنیا کے ایک وسیع حصہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور پھر امریکہ میں بھی انگریزی بولی جاتی ہے اس لیے انگریزی لٹریچر صرف انگریزوں کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ امریکنوں کے ذریعہ بھی باہر جاتا ہے۔ گویا انگریزی زبان کو دُہری طاقت حاصل ہے۔ امریکہ کی قوت اور طاقت اور برطانیہ کی وسیع سلطنت کی امداد اسے حاصل ہے جو کسی اَور زبان کو حاصل نہیں۔ ان مستشرقین سے خواجہ صاحب نے تعلقات پیدا کیے اور ان کے تعلقات اور ان کی کوششوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ وہ لوگ احمدیت اور خواجہ صاحب میں فرق نہیں کرتے۔ جیسے پہلے امریکنوں کو یہ پتا نہیں تھا کہ پاکستان اور انڈیا الگ الگ ممالک ہیں۔ وہ پاکستان انڈیا لکھ دیتے تھے۔ گویا پاکستان، انڈیا کا ایک حصہ ہے۔ اِسی طرح مستشرقین یہی سمجھتے ہیں کہ خواجہ صاحب

اور احمدیت ایک ہی چیز ہیں۔ انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر خواجہ صاحب نے بڑی ہمت اور قربانی سے کام کیا ہے۔ انہوں نے متعدد ممالک کا دورہ کیا۔ اب ہمارے مبلغ اُن لوگوں سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم خواجہ صاحب سے ملے تھے۔تم بھی اُنہی سے تعلق رکھتے ہو؟ بیشک خواجہ صاحب کو اس کام کے لیے ایک ذریعہ مل گیا تھا لیکن انہوں نے اس کے لیے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا، اپنے وطن کو چھوڑا۔ اگر تم بھی باہر نکل جاؤ اور خواجہ صاحب جیسا کام کرو تو لوگ تمہاری بھی قدر کرنے لگ جائیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنا مطالعہ وسیع کرو۔

بہرحال تحریکِ جدید کی شہرت پہلے سے سینکڑوں گُنے زیادہ ہے۔ اگر ہم اسے بڑھاتے گئے تو آئندہ پانچ چھ سال میں یہ شہرت ہزاروں گُنا زیادہ ہو جائے گی۔ اگر جماعت چندوں پر قائم رہے تو یقیناً ہمارے مشن زیادہ ہو جائیں گے۔ یہ خداتعالیٰ کا فضل ہے کہ تحریکِ جدید کی جو نئی تنظیم کی گئی ہے اس سے کئی بیرونی مشن اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں سوائے انگلینڈ کے کہ وہ سب سے پرانا مشن ہے مگر ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکا۔ اِس میں ابھی تک بدنظمی پائی جاتی ہے۔ باقی یورپین مشن بھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوئے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ جہاں ان مشنوں میں کام کرنے والوں کا انہماک قابلِ قدر ہے وہاں یہ بات قابلِ اعتراض ہے کہ وہ چندہ کی اہمیت کو نومسلموں پر واضح نہیں کرتے اور مالی قربانی پر زور نہیں دیتے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے چندہ کا نام لیا تو شاید یہ لوگ مرتد ہو جائیں۔ اگر یہی صورت رہی تو قیامت تک بھی یہ مشن اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوسکیں گے۔ جس نے آنا ہے وہ بہرحال آئے گا اور جو چندہ کی وجہ سے جانا چاہتا ہے اُسے جانے دو۔ ہمیں اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہرحال یورپ کے مشن ابھی اِس قابل نہیں ہوئے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔ حالانکہ اب تک انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جانا چاہیے تھا۔ غرض تحریکِ جدید کے ذریعہ ایک زبردست کام کی بنیا درکھی گئی ہے اور یہ وہ کام ہے جس کے لیے خداتعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں ایک پیشگوئی ہے کہ ایک

زمانہ آئے گا کہ آپؐ کی قدسی تاثیر دنیا بھر میں اسلام کو پھیلا دے گی2 اور پرانے مفسرین اِس بات پر متفق ہیں کہ یہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔3 اب اگر بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعودؑ تھے اورتم ان کے ماننے والے ہوتو یہ کام تمہارے ذریعہ ہوگا۔ لیکن خداتعالیٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ جوقوم اس کے دین کی مدد کے لیے کھڑی ہوتی ہے وہ اُس سے مدد کے وعدے کرتا ہے لیکن اس مدد سے پہلے اسے کام کرنا پڑتا ہے، قربانی کرنی پڑتی ہے۔ تب خداتعالیٰ کی مدد اُسے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف کام نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں نیکی پھیلے اور یہ کام بغیر قربانی کے نہیں ہوسکتا۔ دل، مال اور جان قربان کیے بغیر صاف نہیں ہوتے۔ اگرتم نے انہیں صاف کرنا ہےتو جانی و مالی قربانی کرو۔ اگرتم جان و مال قربان نہیں کرو گےتو تمہارے دل بھی صاف نہیں ہوں گے اورتم مُردہ کے مُردہ خداتعالیٰ کے پاس جاؤ گے۔ اِس صورت میں وہ تمہیں جنت میں کیوں داخل کرے گا۔ یوں تو وہ اپنی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے لیکن انسان اُسے تبھی زیادہ پیارا ہے کہ اِس میں اُسے اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ جس طرح ہم کسی کے پانی کی نالی میں چل رہے ہوں اور اتفاق سے کسی جگہ نیچے نظر پڑے اور پانی میں سے ہمیں اپنی شکل نظر آجائے تو ہم اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح انسان اگرچہ نہایت حقیر چیز ہے لیکن خداتعالیٰ کو جب اس سے اپنا چہرہ نظر آتا ہےتو وہ اس کا پیارا اورمحبوب ہو جاتا ہے۔

بچپن میں مَیں نے ایک رؤیا دیکھا۔ یہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے یا آپ کی وفات کے قریب کی یعنی چار پانچ ماہ کے عرصہ کے اندر کی۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان میں رہا کرتے تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکان کی طرف جوگلی جاتی ہے اُس کے اوپر جو کمرہ اورصحن ہے اُس میں آپ کی رہائش تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اُس صحن میں ہوں اور اُس کے جنوب مغرب کی طرف حکیم غلام محمد صاحب امرتسری جوحضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مکان میں مطب کیا کرتے تھے کھڑے ہیں۔ اُن کو میں سمجھتا ہوں کہ خداتعالیٰ کے تصرف کے ماتحت ایسے ہیں جیسے فرشتہ ہوتا ہے۔ میں تقریر کر رہا ہوں اور وہ کھڑے ہیں۔ میرے

ہاتھ میں ایک آئینہ ہے جسے میں سامعین کو دکھاتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اَور لوگ بھی ہیں۔ مگر نظر نہیں آتے۔ گویا ملائکہ یا اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں جو نظروں سے غائب ہیں۔ میں انہیں وہ آئینہ دکھا کر کہتا ہوں کہ خدا کے نور اور انسان کی نسبت ایسی ہے جیسے آئینہ کی اور انسان کی۔ آئینہ میں انسان اپنی شکل دیکھتا ہے اور اُس میں اُس کا حُسن ظاہر ہوتا ہے اور وہ اُس کی خوب قدر کرتا ہے اور سنبھال سنبھال کر اور گرد سے بچا کر رکھتا ہے۔ مگر جونہی وہ آئینہ خراب ہو جاتا اور میلا ہو جاتا ہے اور اُس میں اُس کی شکل نظر نہیں آتی یا چہرہ خراب نظر آتا ہے تو وہ اسے اُٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ اور جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے۔ اور ان الفاظ کے کہنے کے ساتھ ہی وہ مَیلا ہو جاتا ہے اور کام کا نہیں رہتا۔ اور میں کہتا ہوں کہ انسان کا دل بھی خداتعالیٰ کے مقابل پر آئینہ کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے حُسن کا جلوہ دیکھتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے مگر جب وہ میلا ہو جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حُسن ظاہر نہیں ہوتا تو وہ اُسے اِس طرح اُٹھا کر پھینک دیتا ہے جس طرح خراب آئینہ کو اُٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے میں نے اُس آئینے کو جو میرے ہاتھ میں تھا زور سے اُٹھا کر پھینک دیا اور وہ چکنا چُور ہو گیا۔ اُس کے ٹوٹنے سے آواز پیدا ہوئی اور میں نے کہا جس طرح خراب شدہ آئینے کو توڑ دینے سے انسان کے دل میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا اِسی طرح ایسے گندے دل کو توڑنے کی اللہ تعالیٰ کوئی پروا نہیں کرتا۔

درحقیقت انسان کی پیدائش کی غرض خداتعالیٰ کا قُرب حاصل کرنا ہے اور یہ چیز بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ روحانی ترقی حاصل کرنی چاہیے حالانکہ یہ اگلا قدم ہے۔ پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمیں قربانی کیوں نصیب نہیں جو روحانی ترقی کے لیے ضروری چیز ہے۔ لیکن انسان کہتا ہے یہ ایک بوجھ ہے اور وہ اس طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ لیکن دوسری طرف وہ یہ کہتا ہے مجھے روحانی ترقی نصیب ہو۔ اِس کی مثال تو ایسی ہے کہ انسان روٹی نہ کھائے لیکن یہ کہے کہ میری بھوک مٹ جائے، پانی نہ پیے لیکن یہ کہے کہ میری پاس بُجھ جائے۔ لیکن کیا روٹی کھانے کے بغیر بھوک مٹ سکتی ہے اور کیا پانی پینے کے بغیر پیاس بُجھ سکتی ہے؟ اِسی طرح عقلی، جانی، وطنی اور مالی قربانی کیے بغیر روحانی ترقی بھی نہیں مل سکتی۔

انسان خدا تعالیٰ کا آئینہ تو ہوتا ہے لیکن جس طرح شیشہ کے کارخانہ میں کوئی آئینہ اچھا بن جاتا ہے اور کوئی آئینہ ردّی بن جاتا ہے۔ اِسی طرح قانونِ قدرت کے کارخانہ میں کوئی انسان اچھا بن جاتا ہے اور کوئی خراب بن جاتا ہے۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو سمجھ جاؤ تو میں سمجھ لوں گا کہ تم قربانی کو ظلم نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ تمہیں تمہاری نسل اور قوم کو زندہ رکھنے کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اگر تم قربانی کرنے لگ جاؤ تو تم، تمہارا ملک اور تمہاری قوم محفوظ ہو جاتی ہے۔

اس تمہید کے بعد میں تحریکِ جدید کے اکیسویں اور گیارھویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے اِس بات کی خوشی ہوئی ہے کہ تحریکِ جدید کے پہلے دَور والوں نے ایک حد تک قربانی کی ہے لیکن افسوس کہ دفتر دوم ابھی اس معیار تک نہیں پہنچا۔ اعدادوشمار سے میں ان کی نسبت بیان کرتا ہوں۔

دَورِ اول کے بیسویں سال کے کُل وعدے دو لاکھ چار ہزار کے تھے۔ ایک وقت میں وہ دو لاکھ پچاس ہزار تک بھی پہنچ گئے تھے۔ فرق صرف اِس وجہ سے پڑا ہے کہ پہلے ہندوستان اور پاکستان دونوں کا چندہ اِس میں شامل تھا لیکن اب ہندوستان کا چندہ الگ ہو گیا ہے۔ تیس پینتیس ہزار کے قریب وعدے ہندوستان کی جماعتوں کے ہو جاتے ہیں۔ دوسرے کمی اِس طرح واقع ہوئی کہ انیس سال ختم ہونے پر میں نے ایسے لوگوں کو جنہوں نے دَورِ اول میں اپنے اوپر غیر معمولی مالی بوجھ ڈالا تھا اجازت دی تھی کہ وہ اگر اپنے وعدوں کو کم کرنا چاہیں تو کر لیں۔ اِس پر بعض لوگوں نے اپنے وعدے کم کر دیئے لیکن اکثر حصہ نے باوجود اجازت کے وعدوں میں کمی نہیں کی بلکہ بعض نے حسبِ سابق اپنے وعدوں میں زیادتی کی تھی۔ بہرحال دفتر اول کے کُل وعدے دو لاکھ چار ہزار کے تھے جن میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے وعدے وصول ہوئے ہیں باقی اسّی ہزار کے وعدے وصول نہیں ہوئے۔ گویا ساٹھ فیصدی کے قریب چندہ وصول ہوا ہے اور چالیس فیصدی کے قریب بقایا ہے۔ لاہور شہر کی وصولی اور بقائے برابر ہیں یعنی پچاس فیصدی وعدے وصول ہوئے ہیں اور پچاس فیصدی بقایا ہے۔ لاہور کو نکال کر باقی پنجاب نے پینسٹھ فیصدی وعدے ادا کر دیئے ہیں۔ صوبہ سرحد نے بھی پینسٹھ فیصدی وعدے ادا کیے ہیں۔ ریاست بہاولپور نے تینتیس فیصدی وعدے ادا کیے ہیں۔

کراچی شہر نے اسّی فیصدی چندہ ادا کیا ہے۔ صوبہ سندھ نے پینسٹھ فیصدی ادا کیا ہے۔ بلوچستان نے پچاس فیصدی ادا کیا ہے۔ مشرقی پاکستان نے تینتیس فیصدی ادا کیا ہے اور بیرونِ پاکستان نے بیالیس فیصدی ادا کیا ہے لیکن بیرون پاکستان کے اعداد صحیح نہیں کیونکہ اُن کا چندہ جون تک جاتا ہے۔ اس لیے سات ماہ گزرنے کے بعد جو رقم وصول ہو گی وہ موجودہ رقم کے مقابلہ میں دکھائی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کراچی شہر وعدوں کی ادائیگی کے لحاظ سے باقی سب شہروں اور صوبوں سے بڑھ گیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ، صوبہ سرحد ہیں، تیسرے نمبر پر لاہور شہر اور بلوچستان کا صوبہ ہے اور چوتھے نمبر پر ریاست بہاولپور اور مشرقی پاکستان ہیں۔ لاہور شہر کی جماعت کی حالت اِس وجہ سے کہ تعلیم زیادہ ہے قابلِ افسوس ہے۔ پچھلے سال تو فسادات ہوئے تھے اس لیے وصولی میں کمی کے متعلق یہ خیال کر لیا گیا تھا کہ وہ ان فسادات کی وجہ سے ہے لیکن اِس دفعہ تو فسادات بھی نہیں تھے۔ اگر جماعت کے دوست کوشش کرتے تو یہ کمی پوری ہو سکتی تھی۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دو لاکھ چار ہزار کے وعدوں میں سے اسّی ہزار کے وعدے وصول نہ ہوں تو بجٹ میں کس قدر کمی واقع ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابھی ساتواں مہینہ جا رہا ہے۔ اس کے ختم ہونے پر ایک پیسہ بھی تحریکِ جدید کے پاس نہیں ہوگا اور یہ کتنی خطرناک بات ہے۔ اصول تو یہ بنایا گیا تھا کہ دسویں سال کے وعدے سارے کے سارے ریزرو فنڈ میں جائیں تا دس لاکھ کا قرضہ جو تحریکِ جدید کے ذمہ ہے اُتر جائے لیکن ہوا یہ ہے کہ دسویں سال کا چندہ جو وصول ہوا وہ بھی خرچ کر لیا گیا ہے۔ اور اس کے خرچ کر لینے کے بعد یہ حالت ہے کہ اگر اسّی ہزار کے بقائے وصول ہو جائیں تو تب بمشکل تین ماہ کا خرچ چل سکے گا۔ لیکن ابھی باقی پانچ ماہ ہیں۔ دسویں سال کے وعدوں کی حالت یہ ہے کہ لاہور شہر کی وصولی چالیس فیصدی ہے۔ پنجاب کی وصولی بھی قریباً اتنی ہے بلکہ اِس سے بھی کم ہے۔ صوبہ سرحد کی وصولی بھی قریباً اِتنی ہی ہے۔ ریاست بہاولپور کی وصولی چالیس فیصد سے بھی کم ہے۔ کراچی شہر کی وصولی قریباً پچپن فیصدی ہے۔ صوبہ سندھ کی وصولی پینسٹھ فیصدی ہے۔ بلوچستان کی وصولی اَور بھی گر گئی ہے۔ یعنی کُل تیس فیصدی وعدے وصول ہوئے ہیں۔ مشرقی پاکستان کی وصولی بھی قریباً تیس فیصدی ہے

اور بیرون پاکستان کی وصولی اِس میں بالکل ہی کم ہے یعنی قریباً دس فیصدی وعدے وصول ہوئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ بیرون پاکستان کے وعدوں کے پورا ہونے میں ابھی کافی وقت باقی ہے اور پھر یہاں پہنچنے میں بھی کچھ وقت لگ جاتا ہے۔غرض دفتر دوم کے کُل وعدے ایک لاکھ بانوے ہزار تین سو چھیالیس کے تھے اور وصولی اٹھاسی ہزار ایک سَوسولہ کی ہوئی ہے۔ اگر دونوں دفتروں کے وعدے سَو فیصدی وصول ہو جائیں تو اِس کے یہ معنی ہیں کہ ستّر ہزار روپے کی رقم ریزروفنڈ کے لیے بچ جائے گی بشرطیکہ دونوں کے وعدے سَو فیصدی وصول کرائے جائیں اور دونوں کو خرچ کر لیا جائے۔ حالانکہ دفتر دوم کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ سارے کا سارا ریزروفنڈ میں جائے۔ اگر پہلے قرضے اُتر جائیں تو نئے سرے سے قرض لیا جا سکتا ہے لیکن اگر پہلے قرضے ہی باقی ہوں تو نیا قرض نہیں لیا جا سکتا۔

پس میں نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ جماعت سُستی دور کرے۔ یہ نہ کرے کہ چپ کر کے بیٹھ جائے بلکہ بقائے وصول کرنے کی پوری کوشش کرے۔ کراچی کو میں نے اِس طرف توجہ دلائی تھی اور جماعت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بقائے بھی وصول کرے گی اور اب بھی کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اگلے سال کے بھی گیارہ ہزار روپے وصول کر لیے ہیں۔ جماعتوں کو چاہیے کہ وہ بڑھ چڑھ کر وعدے کریں اور پھر ان کی وصولی کی طرف بھی توجہ کریں۔ بالخصوص میں خدام کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ نئی پارٹی جو آئی ہے وہ سُست ہے۔ اول تو نوجوان وعدے کم کرتے ہیں اور پھر وصولی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ نوجوانوں کو زیادہ چُست ہونا چاہیے تھا۔ نوجوانوں پر پژمردگی نہیں ہوتی اور نہ اُن پر خاندان کا بوجھ ہوتا ہے۔ انہیں دلیری سے وعدے کرنے چاہییں اور پھر انہیں پورا بھی دلیری سے کرنا چاہیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو سُستی واقع ہو رہی ہے وہ اِس وجہ سے ہے کہ نوجوانوں میں بعض نقائص پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سینما دیکھنا ہے، سگریٹ نوشی ہے اور چونکہ ان عادتوں پر خرچ زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ ان تحریکوں میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے خدام کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیے اور انہیں چاہیے کہ وہ اب کے بوجھ کو اُٹھانے کی

پوری کوشش کریں۔ اول تو وہ چندہ ایک لاکھ بانوے ہزار کی بجائے اڑھائی لاکھ تک پہنچائیں اور پھر وصولی سَو فیصدی نہیں بلکہ اس سے زیادہ کریں۔ پہلے دَور میں اِس قسم کی مثالیں موجود ہیں کہ مثلاً وعدہ دو لاکھ کا تھا تو وصولی سَوا دولاکھ ہوئی۔ جب تک وہ اِس روح کو پیدا نہیں کرتے اور جب تک اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے خالی نام کا کچھ فائدہ نہیں۔ دنیا میں وہ پہلے ہی بدنام ہیں۔ انہیں تسبیح وتحمید کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ یہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ گویا ایک طرف ان کے متعلق یہ جھوٹ بولا جاتا ہے اور دوسری طرف انہیں خداتعالیٰ بھی نہ ملے تو اِس سے زیادہ بدبختی اَور کیا ہوگی؟ پس میں خدام کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ نیا دَور خدام کا ہے۔ اِس میں زیادہ تر حصہ لینے والے انہی میں سے ہیں۔ اس لیے ان پر فرض ہے کہ وہ اپنا چندہ بڑھائیں اور کوئی احمدی ایسا نہ رہے جو تحریکِ جدید میں شامل نہ ہو۔ دوسری طرف یہ کوشش کریں کہ وصولی سَو فیصدی سے زیادہ ہو تا قرضے اُتر کر ریزروفنڈ قائم کیا جا سکے۔ ہم نے اپنا کام وسیع کرنا ہے۔ پہلے تو ہم بیج بکھیر رہے تھے اور کامیابی اِسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم بے انتہا لٹریچر پیدا کریں۔ ایک ایک مبلغ کے ساتھ دس دس ہزار کا لٹریچر ہو۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہم نے مورچوں پر سپاہی بٹھا رکھے ہیں، انہیں رائفلیں بھی دی ہیں لیکن گولہ بارود مہیا نہیں کیا اور گولہ بارود کے بغیر رائفل ایک ڈنڈا ہی ہے۔ میری اِس مثال پر احراری کہہ دیں گے کہ دیکھ لیا احمدی مبلغین کو رائفلیں دی جاتی ہیں۔ گویا علمِ معانی اور علمِ بیان میں جو اَدب کی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں اُن سے بھی ہمیں محروم رکھا جاتا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ فلاں شیر ہے تو کوئی نہیں کہتا اُس کے پنجے دکھاؤ۔ لیکن اگر ہم کہہ دیں کہ فلاں شیر ہے تو کہتے ہیں اُس کے پنجے کہاں ہیں؟ گویا ہمیں زبان کے تمام حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے لیکن ہماری زبان میں جو محاورے ہیں وہ ہمیں استعمال کرنے ہی پڑتے ہیں۔ اِس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ غالب کہتا ہے

بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر [4]

یعنی بادہ وساغر سے ظاہری تعلق ہو نہ ہو شاعری اُس کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتی۔ بہرحال اگر ہم نے تبلیغ کو وسیع کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم مبلغین کو ضروری سامان مہیا کر کے

دیں۔ سپاہی خندق پر بیٹھا ہو، رائفل بھی پاس ہو لیکن گولہ بارود نہ ہو تو وہ کیا کرے گا؟ وہ زیادہ سے زیادہ رائفل سے ڈنڈے کا کام لے سکتا ہے۔

تجربہ کیا گیا ہے کہ جب بڑے پیمانہ پر جنگ ہو اور دو سو راؤنڈ فی سپاہی کا اندازہ ہو تو کام چل سکتا ہے ورنہ نہیں۔مثلاً دولاکھ سپاہی ہوں تو دوکروڑ راؤنڈ ہو تو موجودہ زمانہ کی کامیاب لڑائی لڑی جا سکتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ دودوسَو راؤنڈ ہر سپاہی چلائے۔ برین گن5 والے تو ایک ایک منٹ میں اتنے راؤنڈ چلا لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ فوج میں لڑنے والا حصہ فوج کا پینتیسویں فیصدی ہوتا ہے۔فوج میں نائی بھی ہوتے ہیں، دھوبی بھی ہوتے ہیں، ڈاکٹر بھی ہوتے ہیں، باورچی بھی ہوتے ہیں، موٹر چلانے والے بھی ہوتے ہیں۔ مغربی اقوام میں یہ لوگ ساری فوج کا چھیاسٹھ فیصدی ہوتے ہیں لیکن روس میں یہ لوگ چھیاسٹھ فیصدی حصہ نہیں ہوتے بلکہ چوّن فیصدی ہوتے ہیں۔ چھیالیس فیصدی لڑنے والے ہوتے ہیں۔لیکن مغربی اقوام کہتی ہیں یہ غلط طریق ہے لڑنے والے کو جب تک مکمل آرام نہ دیا جائے وہ لڑ نہیں سکتا۔ اِس لیے چھیاسٹھ فیصدی حصہ فوج کا لڑنے والوں کی خدمت میں وقف ہونا چاہیے۔ پھر باقی چونتیس فیصدی بھی ایک ہی وقت میں لڑائی میں شامل نہیں ہوتا۔ آخر کچھ وقت آرام بھی کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے سترہ ہزار بیٹھیں گے اور سترہ ہزار لڑیں گے۔ پھر سترہ ہزار بھی سارا وقت نہیں لڑ سکتا۔بعض لڑ رہے ہوں گے اور بعض لائن آف کمیونیکیشن کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ گویا ایک وقت میں ایک لاکھ فوج میں سے چودہ ہزار سے زیادہ سپاہی لڑائی نہیں کرتے۔ گویا اگر دوکروڑ گولیاں ہوں تو چودہ ہزار لڑنے والوں میں سے ہر ایک کو قریباً قریباً گیارہ سَو گولی حصہ آئے گی۔ پھر رائفل والے کم گولی چلائیں گے اور برین والے زیادہ چلائیں گے۔ برین کا استعمال اب بڑھ گیا ہے۔ امریکہ میں ہر چوتھا آدمی برین سے مسلح ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں برین والوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔

غرض سامان کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے سپاہیوں کو سامان مہیا نہیں کرتے کیونکہ اس کا زیادہ تر انحصار چندہ پر ہے۔ اور جماعت اس قدر روپیہ مہیا نہیں کر سکتی اس لیے ابھی ہمیں یہی ضرورت تھی کہ ہم ہر جگہ اسلام کی آواز

پہنچا دیں۔ اگر ہم سامان جمع کرتے رہتے تو لوگ زیادہ دیر تک اسلام کی آواز سے محروم رہتے۔ اب ہم لٹریچر پہنچائیں گے تو مبلغین زیادہ کام کر سکیں گے اور یہ صحیح طریق بھی ہے۔ اگر ہمارا کام رُک جائے تو یہ بات خطرناک ہوگی۔ اب ضرورت ہے کہ ہم کثرت سے لٹریچر شائع کریں اور اُسے دنیا میں پھیلائیں۔ اور ہم لٹریچر زیادہ تعداد میں اُس وقت تک شائع نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمارے پاس ماہر مصنفین نہ ہوں۔ اور پھر اعلیٰ زبان دان مترجم نہ ہوں۔ اور جرمن، فرانسیسی، انگریزی، اٹالین، سپینش، جاپانی، چینی اور دوسری زبانوں کے جاننے والے موجود نہ ہوں۔ اور اس کے لیے ہمیں نیا عملہ تیار کرنا پڑے گا جو ان زبانوں کا ماہر ہو۔ اور اِس پر کافی روپیہ اور وقت لگے گا۔ پھر مصنفین کے لیے ہر قسم کے علوم کی کتب کی ضرورت ہوگی جن سے وہ اپنی کتب میں مدد لیں۔ اس کے لیے میں کئی سال سے لائبریری میں کتابیں مہیا کر رہا ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کی ہوئی ہے کہ اُنہیں جو اچھی کتاب ملے اُس کے متعلق ہمیں تحریر کریں کہ ہم اُسے لائبریری کے لیے خرید لیں۔ یہ لائن آف ایکشن ہے جو ہم نے قائم کی ہے۔ پہلے مبلغ جائیں گے اور وہ ایک اثر قائم کر دیں گے۔ پھر لٹریچر کی باری آئے گی اور اس لٹریچر کے تیار کرنے کے لیے دو طرح کے آدمی درکار ہیں۔ اول وہ جو لکھنا جانتے ہوں۔ دوسرے وہ جو مختلف زبانیں جانتے ہوں تا کہ ان میں کتب کا ترجمہ کریں۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر زبان جاننے والا اچھا لکھ بھی سکتا ہوں۔ پھر ان کے لیے اسلام اور غیرمذاہب کی کتب کی ضرورت ہوگی جن کا کئی سال سے ذخیرہ جمع کیا جا رہا ہے۔ یہ لائن آف ایکشن تھی جو میرے ذہن میں تھی۔ پہلا دَور ختم ہو گیا ہے دوسرا دَور شروع ہے۔ اگر اس وقت تم ہمت نہیں کرو گے تو پہلا کام بھی بیکار جائے گا۔اور اگر ہمت کرو گے تو مبلغ مسلّح ہو کر باہر جائیں گے، اُن کے ساتھ قرآنی تفسیر کے ذخائر ہوں گے جن سے قلوب کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ قرآنی گولہ بارود کے سامنے کوئی قلعہ نہیں ٹھہر سکتا۔ ہمارا کام ہے کہ ہم یہ گولہ بارود مبلغین تک پہنچائیں۔ اور تمہارا کام ہے کہ تم اِس میں مدد دو۔ اگر تم اِس وقت قربانی کرو گے اور سُستیاں دور کر دو گے تو تم ہمیں اس قابل بنا دو گے

کہ ہم مبلغین کو سامان کثرت سے دیں تا تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا جا سکے"۔

(الفضل یکم دسمبر 1954ء)

1: سلاو:(SLAV)ایک نسلی گروہ ہے جس کے لوگ سلاوی زبانیں بولتے ہیں ان میں دو بڑے گروہ ہیں ایک مغربی سلاو اور دوسرے مشرقی سلاو۔
مشرقی سلاو ابتدائی چھٹی صدی سے وسطی و مشرقی یورپ اور بلقان کے علاقوں میں زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مغربی سلاو روس، سائبیریا اور وسطی ایشیا میں مقیم ہیں۔
(وکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف زیر لفظ"SLAV")

2: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:10)

3: تفسیر الرازی سورۃ الصّف زیر آیت (هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق......)۔
تفسیر الخازن سورۃ الصّف زیر آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق......۔

4: دیوان غالب، مرتبہ میاں مختار کھٹانہ۔ صفحہ 101۔ اردو بازار لاہور 2004ء

5: برین گن:(BREN GUN) برطانوی ساخت کی لائٹ مشین گن جو 1930ء کی دہائی میں متعارف کروائی گئی۔ (وکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف زیر لفظ"BREN GUN")